

سیاحت، ملک کی قسمت بدل سکتی ہے!

ٹلاک ہوم میں تمام دن سرکاری میٹنگز اور بریفنگز سے مکمل طور پر تھک چکا تھا۔ اسلیے بھی کہ پوری دنیا میں حکومتی طریقہ کا مکمل طور پر ایک جیسا ہے۔ وہی پاورپاؤنٹ پر چارٹ اور تصاویر۔ وہی اعداد و شمار، جو بھی بھی حقیقی نہیں ہوتے اور تقریباً ایک جیسے انسانی رویے۔ شام ہو چکی تھی۔ اور ابھی ایک بریفنگ باقی تھی۔ سویڈنڈ کے دفتر جانا تھا۔ یہ ادارہ ہے جو سرمایہ کاری کے فروع کیلئے پوری دنیا میں کام کرتا ہے۔ اسکا بجٹ چار بلین ڈالر سے زیادہ ہے۔ مگر مجھے اس سے کسی قسم کی کوئی چیزیں نہیں تھیں۔ سب سے اہم بات یہ تھی کہ اسکے بعد کوئی میٹنگ نہیں تھی اور میں اپنے کمرے میں جا کر آزادی سے سو سکتا تھا۔ میٹنگ صبح نوبجے سے مسلسل جاری تھیں۔ عرض کرتا چلوں، کہ ایک سطح پر آ کر ملک اور شہر بے معنی ہو جاتے ہیں۔ تمام تغیرات کے باوجود، ایک جیسے۔ ہر خطہ ایک دوسرے سے مختلف بھی ہے اور ایک جیسا بھی۔ ویسے انسانی نفیات تو پوری دنیا میں ایک جیسی ہے۔ وہی ذاتی ترقی کا ابتدائی جنون اور ہر چیز حاصل کرنے کے بعد، صرف اور صرف سکون اور آرام کی تلاش۔ سکون تو اس کا رخانہِ قدرت میں وجود، ہی نہیں رکھتا۔

سویڈنڈ کی میٹنگ میں تقریباً میں منٹ پہلے پہنچ گیا۔ دفتر کی راہداری میں ایک میز لگی ہوئی تھی۔ ایک بوڑھا گورا میز پر ترتیب سے پانی کی بولیں، چائے کے کاغذی کپ اور سکٹ رکھ رہا تھا۔ ہم چھ سرکاری افسر تھے۔ ہمیں دیکھ کر مسکرا یا اور میں کمرے میں جانے کا اشارہ کرنے لگا۔ تمام لوگ چھوٹے سے میٹنگ ہال میں چلے گئے۔ بوڑھا آدمی یکسوئی سے چائے کا سامان لگاتا رہا۔ خیال تھا کہ سویڈنڈ کا کوئی نچلے درجے کا الہکار ہو گا۔ یا کوئی ایسا شخص جو ریٹائرمنٹ کے بعد مصروفیت کیلئے کام کر رہا ہے۔ متعین وقت پر وہی سفید بالوں والا بزرگ سا آدمی میٹنگ روم میں آیا اور ہم سب کے درمیان میں بیٹھ گیا۔ معلوم ہوا کہ سویڈنڈ کا ایم ڈی اور پورے ادارے کا سربراہ ہے۔ انتہائی شریف سا آدمی تھا۔ شروع میں کسی کو بھی یقین نہ آیا کہ وہ اتنے بڑے ادارے کا ہیڈ ہے۔ کیونکہ ہم لوگ تو سرمایہ کروفر، جعلی دبدے اور قرض سے فراہم شدہ آسائشوں کے عادی ہیں۔ ہمارے عالیشان دفاتر دیکھ کر بیوں لگتا ہے کہ دنیا کے سب سے امیر ملک کے شہری ہیں۔ شہری نہیں، سرمایہ کاری افسر ہیں کیونکہ عام شہری تو ہمارے ملک میں کسی بھی اہمیت کا حامل نہیں ہے۔ بوڑھے آدمی اور اسکی باتوں نے کم از کم میرے لیے کمال چیزیں پیدا کر دی۔ سادہ سی باتیں کر رہا تھا۔ اسکا کہنا تھا کہ انتہائی مشکل معاملات بھی سادہ طریقے سے حل کیے جاسکتے ہیں۔ ویسے بات ٹھیک تھی۔ لیکن ہم اپنے خطے میں ایک دوسرے کیلئے مشکلات پیدا کرنا فطرت کی معراج سمجھتے ہیں، لہذا اسکی باتوں میں اکثریت کیلئے کوئی معنی نہیں تھے۔ وہ کافی سنجیدہ آدمی لگا اور میٹنگ کے بعد ہماری گفتگو شروع ہو گئی۔ پہلا سوال اسکا تھا کہ سویڈن کیسا لگا۔ میرا جواب تھا کہ متعدد بار سویڈن آیا ہوں اور اسکے پورے طول و عرض کو پر کھ چکا ہوں۔ بہترین ملک ہے۔ اپنے ملک کی تعریف سنکرویسے ہر انسان خوش ہوتا ہے۔ اس شخص کا نام یاد نہیں رہا۔ سویڈن میں لوگوں کے نام ویسے کافی مشکل ہیں۔ سوال کیا کہ کیا آپ کبھی پاکستان آئے ہیں۔ جواب مکمل نفی میں تھا۔ ساتھ ہی کہنے لگا کہ اٹھائیں بار اٹھایا گیا ہے۔ اور اپنی چھٹیاں راجھستان گزار تارہا ہے۔ جواب کم از کم میرے لیے بہت مشکل تھا۔ اسلیے کہ ہندوستان میں سیاحوں کے ساتھ ناروا سلوک کی شکایت بالکل عام ہے۔ مگر اسکا جواب سچ

پرمنی تھا۔ بابا، بڑے طویل دورانیے تک راجھستان کے شاہی محلات، جواب ہوٹل بنادیے گئے ہیں، ذکر کرتا رہا۔ مقامی لباس، تقریبات، لوکل رقص کے متعلق بتاتا رہا۔ مینگ کے بعد کمرے میں آ کر کافی دیر سوچتا رہا کہ اگر ایک گورا، یورپ سے اپنے پیسے خرچ کر ہندوستان کے علاقے راجھستان میں ہفتوں ٹھہر سکتا ہے تو اسے پاکستان آنے سے کس نے روکا ہے۔ ہمارا صحرائی علاقہ، یعنی چولستان بھی خوبصورتی کی ایک کمال مثال ہے۔ ذاتی طور پر بہاولپور میں تین سال رہا ہوں۔ صحرائکو بخوبی دیکھ چکا ہوں۔ وہاں کے معاشرے کی نرمی کا گواہ ہوں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ سیاح ہندوستان جا کر مقامی صحرائکو دیکھنا پسند کرتے ہیں اور ہماری جانب متوجہ نہیں ہوتے۔ علاقے تو بالکل ایک جیسے ہیں۔ کافی دیر سوچنے کے بعد ذہن میں جواب آیا کہ اصل طاقت مارکینگ کی ہے۔ انڈیا نے اپنی سیاحت کی مارکینگ جدید ترین خطوط پر کی ہے۔ ہم اپنی ثبت مارکینگ کرنے میں مکمل طور پر ناکام رہے ہیں۔ ویسے بہت سی اور بھی وجہات ہیں۔ مگر مجموعی طور پر سیاحت کے حوالے سے انڈیا نے اپنا تاثر بہت بہتر بنایا ہوا ہے۔ بدستی سے ہم لوگ اپنے ملک کے خوبصورت ترین مقامات کے متعلق بھی اس طرح دنیا کو نہیں بتا سکے جو کہ ان علاقوں کا حق ہے۔ ویسے 1977 تک ایسا نہیں تھا۔ پاکستان میں سیاح قطار اندر قطار آتے رہتے تھے۔ افغانستان کے معاملات اور اسکی طویل جنگ نے ہمارے معاشرے میں بہت سے منفی تبدیلیاں کر دیں۔ سیاحت کا قتل، اسی جنگ کا ایک زہر یلا پھل ہے۔

پاکستان کی سیاحت ہماری تنگ نظری اور دنیا سے متفاہ خیالات کی بدولت حد درجہ متاثر ہوئی ہے۔ موجودہ دنیا میں کئی ایسے ممالک ہیں جنکی معیشت چل ہی سیاحت پر رہی ہے۔ بصورت دیگر، سیاحت انکی معیشت کو مضبوط سہارا دے رہی ہے۔ حیران ہو جائیں گے کہ پوری دنیا کی دس فیصد جی ڈی پی صرف اور صرف سیاحت کی بدولت ہے۔ شائد آپکو یقین نہ آئے کہ صرف سیر و تفریح، دنیا میں کروڑوں لوگوں کو روزگار مہیا کر رہی ہے۔ تین سو کروڑ افراد اس سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ جنوبی ایشیاء میں مالدیپ جزیروں پر مشتمل ایک چھوٹا سا ملک ہے۔ اس میں کسی قسم کی کوئی خاص صنعت نہیں ہے۔ مگر یہ سیاحوں کیلئے ایک بھرپور تفریح گاہ ہے۔ اس ملک میں ایک سو چھبیس ساحلی پچھر اور ان میں دنیا کے بہترین ہوٹل ہیں۔ چار سے پانچ لاکھ نفوس پر مشتمل یہ ملک اپنی طاقتور سیاحتی پالیسیوں کی بدولت کروڑوں لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرتا ہے۔ دو سو جزیرے پر مشتمل مالدیپ اپنی معیشت کا باعثیں فیصد صرف اور صرف سیر و تفریح سے کمارا رہا ہے۔ یورپ کی مثال نہیں دینا چاہتا۔ ورنہ فرانس، یوکے، پیسین سیاحت سے ناقابل یقین حد تک پیسہ کمارا رہے ہیں۔ ان ممالک کا ذکر کرنا ویسے ہی عجیب لگتا ہے۔ کیونکہ ہم اس فہرست سے ہی نکل چکے ہیں جہاں سرکاری نظام سیاحت کو مکمل طور پر سپورٹ کرتا ہے۔ ہندوستان کا جائزہ لیجئے۔ سیاحت سے ہمسایہ ملک دو سو چالیس بلین ڈالر حاصل کر رہا ہے۔ وہاں چار کروڑ لوگ، اسی صنعت سے مسلک ہیں۔ ہندوستان کی جی ڈی پی کا نو فیصد حصہ صرف اور صرف سیاحت سے مسلک ہے۔ ایک کروڑ سے سوا کروڑ غیر ملکی سیاح ہر سال وہاں صرف تفریح کیلئے آتے ہیں۔ صرف تا مل نادو میں چالیس لاکھ غیر ملکی سیاح سالانہ آتے ہیں۔ پاکستان میں تمام ترقیاتی خوبصورتی کے باوجود صرف ایسیں لاکھ غیر ملکی آتے ہیں۔ ہم سیاحت سے صرف بیس بلین ڈالر حاصل کرتے ہیں۔ اس میں ملکی اور غیر ملکی سیاح دونوں شامل ہیں۔

پاکستان میں ہر حکومت نے صنعتی ترقی کو اہمیت دی ہے۔ حد درجہ مراعات دیکر برآمدات کو بڑھانے کی کوشش کی ہے۔ تاجر ووں نے

ہر حکومت سے وہ فائدے حاصل کیے ہیں جو کسی اور ملک میں راجح نہیں ہیں۔ ایوب خان سے لیکر آج تک ہر روز یا عظم نے بر امدی سہولتیں اور امدادی پیچ کیے ہیں۔ کیا بینظیر بھٹو، کیا نواز شریف، کیا شوکت عزیز اور کیا عمران خان۔ تالیوں کی گونج میں حد درجہ چمکتی ہوئی تقریبات میں بر امدات کو بڑھانے کیلئے منت سماجت کی جاتی ہے۔ مگر نتائج کیا ہیں۔ 2007 سے لیکر آج تک ہماری مکمل بر امدات سترہ بلین ڈالر سے لیکر بائیس بلین ڈالر سالانہ تک بڑھی ہیں۔ یعنی تمام گھن گرج، بے پناہ مراعات کے نتائج کوئی خاطر خواہ نتائج نہیں دے پائے۔ اسکی بے شمار وجہات ہیں۔ اس کالم میں ان پرسیر حاصل بحث نہیں ہو سکتی۔ مگر کیا یہ سوال جائز نہیں ہے کہ وہ شعبہ جس میں پاکستان قدرتی طور پر حد درجہ مضبوط ہے۔ اس شعبے کو تنتی سہولیات دی گئیں ہیں۔ سیاحت وہی بدقسمت شعبہ ہے، جسکو کسی قسم کی کوئی عملی اہمیت نہیں دی گئی۔ زبانی جمع خرچ کے علاوہ کوئی ایسے مضبوط فیصلے نہیں کیے گئے، جس سے سیاحت پاکستان کی شناخت بن پائے۔ صاحبان، سیاحت ہماری ریڑھ کی ہڈی ثابت ہو سکتی ہے۔ یہ سالانہ سو بلین ڈالر پیدا کر سکتی ہے۔ مگر جدید ترین سہولیات پہنچانے کا فیصلہ کرنے کی جرات کون کریگا۔

سارا دن، شمالی قدرتی علاقوں کی ساحرانہ حیثیت پر بات کرتے رہتے ہیں۔ آسمان زمین کے قلابے ملاتے ہیں بلکہ کسی حد تک مبالغہ بھی کرتے ہیں۔ مگر آپ نے کبھی یہ سنائے کہ سمندر سے نسلک علاقے، یعنی کراچی سے لیکر گوادر تک، کتنا بڑا سیاحی سرمایہ توجہ کا محتاج پڑا ہوا ہے۔ سات سو کلومیٹر کی یہ ساحلی پٹی دنیا کی بہترین سیاحی مقام میں تبدیل ہو سکتی ہے۔ کسی ملک کے پاس اتنی لمبی سمندری لائی نہیں ہے۔ جس پر شاندار ہوٹل اور نیچ بنائے جا سکیں۔ اس پر ہر چیز سے پچاس کلومیٹر کے فاصلے پر فائیوسٹار ہوٹل اور پنج بناحد درجہ آسان ہے۔ غیر ملکی اس طرح کی ساحلی پٹی کے دیوانے ہیں۔ اندازہ ہی نہیں کر سکتے کہ زیر مبادله، بارش کی طرح ہم پر بر سے گا۔ ہماری ڈوبتی ہوئی معیشت کو سہارا نہیں، عمودی ترقی کا موقع ملے گا۔ مگر اس ترقی کیلئے انتہائی سنجیدہ سیاسی فیصلے کرنے کی ضرورت ہے۔ اس سات سو کلومیٹر پر سرمایہ کاری بھی بیرونی کمپنیوں کے ذریعے حاصل کی جاسکتی ہے۔ ہم ایک ملکہ خرچ کیے بغیر صرف اس مختصر بیلٹ سے ہی ملک کو معاشی طور پر مستحکم کر سکتے ہیں۔ ویسے ذوالفقار علی بھٹو نے ایسا کرنے کی کوشش کی تھی۔ اسے اپنی جدت پسندی کی بھرپور سزا دی گئی۔ کراچی میں غیر ملکیوں کیلئے بنایا گیا کسینیو آج گھنٹہ ربن چکا ہے۔ اسی کراچی سے گوادر تک کا ساحلی علاقہ، ہیروں کی کان سے بھی بڑھ کر ہے۔ دنیا اسی طرح کے پنج کیلئے ترستی ہے۔ آپکو اگر یہ خطرہ ہے کہ ان سے آپکے انتہائی پاک ملک میں فاشی بڑھے گی، تو ان تمام کو صرف غیر ملکیوں کیلئے مختص کر دیجئے۔ کوئی مسئلہ نہیں۔ اصل نکتہ تو غیر ملکی سرمایہ کو پاکستان لانا ہے۔ ویسے کیا یہ عجیب سامعامله نہیں، کہ گوادر سے صرف چار سو میل دور دو بی جیسا مصنوعی شہر آباد کیا گیا ہے۔ جہاں دنیا کی ہر سہولت اور تفریخ موجود ہے۔ جسکی کوئی صنعت نہیں۔ صرف سیاحت اور سہولتوں کے بل بوتے پر تمام دنیا کی نظرؤں میں آچکا ہے۔ مگر ہم ہر قدرتی سہولت ہوتے ہوئے بھی، بھکاریوں کی طرح ملکوں سے امداد اور خیرات مانگ کر سرخرو ہونے کی کوشش کر رہے ہیں۔ یوائے ای کے حکمران نے دو بی بنانے کے تمام خیالات ہم سے مستعار لیے تھے۔ ہم اس درجہ بیوقوف ہیں کہ اپنی ترقی کو نعروں کی بدولت برباد کر کے پورے مشرقی وسطیٰ کو جدید بنانچے ہیں۔ صرف سیاحت پر ہی کوئی فیصلہ ہو جائے، تو ملک کی قسمت بدل سکتی ہے!

راوِ منظر حیات